© rasailojaraid.com

مولانا عبدالستار حماد

قسط نمبر ۱۸

عصمتِ انبیاء علیہم السلام

اعتراض :

علامہ ابن حزم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ حضور علیہ السلام یا دیگر انبیاء علیہم السلام سے جو کام سہواً یا نسیاناً سرزد ہوا ہو اور خلافِ منشا الٰہی بھی ہو تو بمصداق "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" کیا اس کام میں بھی آپؐ کی پیروی اور اقتدار کو ہمیں مستحسن کہنا چاہیئے ؟

جواب :

علامہ صاحب اس اشکال کو یوں رفع فرماتے ہیں :

"انبیا علیہم السلام سے ثابت شدہ بات کا انکار کر دینا ، اور جو بات ان سے ثابت نہیں ، اس کی اجازت دے دینا ، یہ دونوں باتیں مرتبہ اور درجہ میں مساوی ہیں اور ان میں سرِمو بھی فرق نہیں ہے ۔ جب حضور علیہ السلام سے کوئی بات اس جزم و یقین کے ساتھ ثابت ہو گئی کہ وہ سہواً یا نسیاناً ہو گئی ہے تو گویا وہ بات اپنے واجب العمل ہونے کے اعتبار سے ثابت نہیں ہوئی ۔ اس لیے اس کی اتباع یا پیروی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔

دوسری بات یہ ہے کہ سہو کی حالت میں جو کام انبیاء علیہم السلام سے ہوا ہے اگر اس کی اتباع مستحسن مان کر کی جائے تو یہ اتباع بھی اس وقت (اتباع) ہوگی جب ہم خود سہو و نسیان کی حالت میں ہوں اور یہ ایسی بات ہے کہ ؎

این خیال است و محال است و جنوں

یہ ناممکن ہے کہ سہو کی حالت میں ہم کسی کی اتباع کریں ۔ اگر ہماری جانب سے اتباع اور پیروی کا قصد پایا گیا تو بالقصد کام کرنے کو سہو نہیں کہا جا سکتا ۔ اگر اتباع کا قصد و ارادہ نہیں پایا گیا بلکہ اس اتباع کی بنیاد بھی سہو پر رکھی گئی تو سہواً اس کام کی اتباع کرنا تکلیف مالا یطاق ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید

© rasailojaraid.com

میں خود فرما دیا ہے :

"لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا"

کہ "اللہ تعالیٰ کسی متنفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔"

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ بھی غلطی کے وقت اسی طرح کام کریں جس طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء علیہم السلام نے سہو ونسیان کے وقت کیا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ، حضرات انبیاء علیہم السلام کو غلطیوں پر قائم نہیں رکھتا بلکہ انہیں فوراً بذریعہ وحی متنبہ فرماتا ہے - کیونکہ اگر خدا تعالیٰ ایسا نہ کرے تو یہ بات ویسی ہی ہوگی جیسے اس نے اپنے دین کا مقصد اور اس کی مراد ہمارے سامنے بیان ہی نہیں فرمائی بلکہ انبیاء علیہم السلام کے غلطیوں میں پڑنے کی وجہ سے دین صحیح اور غلط باتوں کا ایک دفتر اور مجموعہ بن گیا اور دین کے متعلق اس قسم کا خیال رکھنے والا شخص خدا تعالیٰ کی تکذیب کا مرتکب ہوگا - جبکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے :

"نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء"

کہ "(اے نبی!) ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل فرمائی جو ہر چیز کو کھول کر بیان کرتی ہے۔"

دوسری جگہ فرمایا :

"الیوم اکملت لکم دینکم" الآیۃ

کہ "میں نے آج تمہارے لئے تمہارے دین کی تکمیل فرما دی۔"

تو ایسی صورت میں جبکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے انہیں صراطِ مستقیم کی راہنمائی کر دی جاتی ہے ، ان کے سہو ونسیان کی اتباع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - فلہ الحمد !

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ :

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم پر کوئی معترض ہو کہ تم جو دعویٰ کرتے ہو کہ اگر انبیاء سے کوئی سہو ہو جائے یا وہ بہ نیت خیر کسی کام کا قصد کریں اور وہ کام خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو تو اس پر بھی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ کر دی جاتی ہے ، تو اپنے اس قول کی روشنی میں وضاحت کریں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز میں جو سہو ہو گیا تھا اس پر آپؐ کو کیا تنبیہ ہوئی ؟

جواب :

ہماری جانب سے اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے سابقہ ولاحقہ سب گناہ معاف فرما دیئے ہیں تو اس صورت میں جو چیز آپؐ کے حق میں معفرت بن گئی ہو اس پر آپؐ کو مؤاخذہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سلسلہ میں اس حدیث کا حوالہ بھی دیا جا سکتا ہے جس میں قیامت کے واقعۂ شفاعت کی کیفیت مذکور ہے کہ لوگ انبیاء کے پاس خدا تعالیٰ کے حضور شفاعت کی درخواست لے کر جائیں گے تو تمام انبیاء اپنی لغزشوں کو یاد کر کے فرمائیں گے کہ ہم سے فلاں غلطی ہوگئی تھی لہٰذا اس اہم ذمہ داری کے ہم اہل نہیں ہیں، ہاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جن کے اللہ تعالیٰ نے تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں، اس لئے ان کے پاس جاؤ، وہی اس معاملہ کی سربراہی کر سکتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام سہو و نسیان معاف کئے جا چکے ہیں لہٰذا ان پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

اعتراض:

کوئی مسلمان تو اس قسم کے اعتراض کی جسارت نہیں کر سکتا لیکن بعض اہل کتاب اعتراض کے طور پر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوتی تھی اس میں انہیں خود شک تھا ورنہ خداوند کریم یوں نہ فرماتے:

"فان کنت فی شك مما انزلنا الیك فسئل الذین یقرؤن الکتاب من قبلك۔ الآیۃ"

کہ "جو کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے، اگر آپ کو اس کے (منزل) ہونے میں شک ہے تو جو لوگ آپ سے پہلے کتاب کو پڑھتے ہیں ان سے پوچھ کر تصدیق کر سکتے ہیں کہ آپ تک آپکے رب کی طرف سے حق بات پہنچی ہے۔"

اہل کتاب وغیرہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اپنے پر اترنے والی وحی میں شک تھا۔

جواب:

ہم اس کے دو جواب دیتے ہیں:

۱۔ "اِنْ" کو شرطیہ تسلیم کرنے کی صورت میں: قرآنِ مجید کا اندازِ بیان ہے کہ مخاطب حضورؐ کو کیا جاتا ہے اور مقصود دوسرے ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپؐ ترجمان وحی ہیں اور انسانیت کے وکیل بھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ وحی کے واسطہ سے انہیں مخاطب کرتے ہیں ورنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شک و ریب سے پاک اور وہم و گمان سے بری ہیں۔ وہ تو مجسمہ یقین اور پیکرِ ایمان ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ، سعید بن جبیرؒ، قتادہ اور حسن بصری وغیرہم سے روایت ہے: "لم یشك" کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی شک نہیں پیدا ہوا۔" اور غور فرمائیے جو دوسروں کو ایمان و یقین کی نعمتیں تقسیم کر رہا ہو، جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نورِ معرفت سے قلوب و اذہان کو جِلا بخشتا ہو، کیا اس کے متعلق یہ خیال ہو سکتا ہے کہ وہ اس قرآن کے متعلق متردد و متشکک ہو گا؟ سبحانک ہذا بہتان عظیم!

۲۔ اب ہم "اِنْ" کو شرطیہ تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ اس آیت میں "اِن" "مانافیہ" کے معنی میں ہے۔ اس لئے آیت کا معنیٰ یوں ہو گا۔ ماکنت فی شک مما انزلنا الیک، یعنی جو کچھ آپ پہ اُترا، اس کی طرف سے آپ کسی شک میں نہیں ہیں" پھر خدا تعالیٰ نے اور لوگوں کی خاطر وضاحت و اثبات کے لئے فرمایا کہ آپ خواہ دوسرے لوگوں یعنی ان اہل کتاب سے بھی دریافت کر لیں جو تورات اور انجیل میں نبی آخر الزماں کے اوصاف کو پڑھ کر اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ بلا شک و ریب آپ نبی مرسل ہیں۔

یہ آخری جواب علامہ ابن حزم نے دیا ہے۔ وہ پورے جلال میں آکر فرماتے ہیں کہ یہ ان ہرزہ سرائیوں اور یاوہ گوئیوں کا جواب ہے جو اہل کتاب نے اس سلسلہ میں کی ہیں۔ اور ہم نے جو کچھ کہا ہے قرآنِ مجید کی روشنی میں کہا ہے۔ اس آیت میں تلاشِ بسیار کے بعد کوئی ایسی چیز ہمیں نہیں ملتی جو ہمارے مفہوم کے مخالف اور معترضین کے مفہوم کی موید ہو۔

ایک اور جواب بھی ہو سکتا ہے کہ بفرضِ محال اس کو تسلیم کر لیا جائے یعنی یوں معنیٰ ہو کہ "اگر بالفرضِ محال) آپ کو شک بھی ہو . . ." جیسا کہ قرآنِ مجید میں دوسرے مقام پر اس طرح استعمال ہوا ہے کہ انبیاء کے تذکرہ میں" ولو اشرکوا لحبط عنھم ما کانوا یعملون" آیا ہے۔ یعنی" اگر انبیاء شرک کرتے تو ان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے" حالانکہ انبیاء کرام شرک کریں، یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ تو مامور ہی اسی خارزار کی بیخ کنی کے لئے کئے گئے۔

اعتراض:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم" کہ "اگر پہلے سے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا تھا، اس پر تمہیں سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑتا۔"

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ اسیرانِ بدر سے فدیہ لے کر چھوڑنے کا فیصلہ کیا گیا، کہ آپ نے اللہ کی مرضی کے خلاف کیوں فیصلہ کیا جس پر عذابِ عظیم کی دھمکی آئی۔ اس کی وضاحت اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

"لقد عرض علی عذابکم ادنیٰ من ھذہ الشجرۃ اذ قیل الفداء و ترک قتل الاسریٰ ببدر" (الحدیث)

یعنی "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے تم لوگوں کے عذاب کو اس درخت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بھی زیادہ قریب کر کے پیش کیا گیا اور یہ اس وقت ہوا جب تم نے بدر کے قیدیوں سے فدیہ قبول کر لیا اور ان کے قتل کا فیصلہ نہیں کیا۔"

اس ضمن میں یہ روایت بھی پیش کی جا سکتی ہے:

"لو نزل عذاب ما نجی منه الا عمر لان عمر اشار بقتلهم"

"یعنی اگر خدا کا عذاب آجاتا تو عمرؓ کے سوا اور کوئی نہ بچ سکتا کیونکہ انہوں نے ان کے قتل کا اشارہ کیا تھا۔"

اور خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی حضرت ابوبکرؓ کی رائے کی طرف مائل ہو گئے تھے کہ قیدیوں کو زندہ چھوڑ دیا جائے مگر پہلے ان سے فدیہ وصول کر لیا جائے۔ ان حالات میں آپؐ کی "عصمت" کیسے ثابت ہو سکتی ہے!

جواب:

پہلے ہم واقعہ کی نوعیت لکھتے ہیں۔ جب جنگ بدر میں ستر آدمی قید ہو کر آئے جو نہایت مفسد و شریر تھے تو حضور علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ سے بطور مشورہ پوچھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ فدیہ وصول کر کے انہیں چھوڑ دیا جائے اور رجان بخشی کی جائے شاید انہیں رجوع کی توفیق مرحمت ہو۔ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ انہیں قتل کر دیا جائے، کیونکہ مفسد ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کی رائے حضرت ابراہیم اور حضرت مسیح علیہما السلام کی طرح ہے کہ انہوں نے خدا سے بخشش و مغفرت طلب کی۔ اور عمرؓ کی رائے حضرت نوحؑ کی طرح ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کیلئے بددعا فرمائی تھی۔

بہرحال آپؐ کا جذبۂ رحمت حضرت ابوبکرؓ کی رائے کے ساتھ ہو گیا اور انہیں فدیہ لیکر چھوڑ دیا۔ قرآن کی نظر میں ان کا چھوڑ دینا چونکہ امنِ عامہ کیلئے نہایت ہی مضر اور تکلیف دہ تھا اس لئے مذکورہ بالا آیات نازل ہوئیں کہ فدیہ لیکر چھوڑ دینے میں غلطی ہوئی ہے، انہیں جان سے مار دینا چاہیئے تھا۔ تریدون عرض الدنیا، سے عوام مراد ہیں جو کہ حصولِ دنیا کیلئے فدیہ کی رائے دیتے تھے۔

حضرت امام ابن حزم علیہ الرحمۃ اس اعتراض کو یوں ہباءً منثوراً کرتے ہیں:

"اس آیت میں مذکورہ مفہوم پر جو اعتراض کیا جاتا ہے، تو یہ آیت جنگِ بدر کے موقع پر ضرور نازل ہوئی ہے لیکن اس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب نہیں کیا گیا کہ تم (مذکورہ بالا) اعتراض کو سکو۔ دراصل اس آیت کا نزول عوام الناس کیلئے ہوا اور اس وقت ہوا جب جنگ میں شریک عوام نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غنیمت کے متعلق اختلاف کیا اور تشتت و افتراق کا شکار ہو گئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے مختلف اور متضاد خیالات پیش کرنے لگے جس کی بنا پر آپ کو پریشانی لاحق ہوئی۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اگر خدا تعالیٰ تمہاری مغفرت کے متعلق پہلے فیصلہ نہ لکھ چکا ہوتا تو اب خدا کی طرف سے سخت عذاب تمہیں پکڑ لیتا" جو بات ہم کہہ رہے ہیں، یہ اپنی رائے سے نہیں بلکہ اس کا ثبوت قرآنِ مجید کی دوسری آیت میں موجود ہے۔ ایک جگہ تو صاف فرما دیا:

"یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم۔"

کہ "آپ سے غنیمت کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے، غنیمت کا مال اللہ اور رسول کے لئے ہے، پس اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح کر لو"

دیکھیے، اس سورت کی اس آیت میں جس میں غزوۂ بدر کے حالات اور معترضین کی پیش کردہ، اعتراض والی، آیت ہے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے صلح کی تاکید فرمائی اور اللہ سے ڈرنے کی ترغیب دلائی ہے، پھر دوسری آیت میں تو واضح طور پر کھلم کھلا اس اختلاف و انشقاق کی وضاحت فرمائی:

"یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون"

کہ "حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد آپ سے جھگڑا کرتے ہیں۔ گویا موت ان کے سامنے ہے اور وہ اس کی طرف ہنکائے جا رہے ہیں"

اس آیت کے بعد اس آیت اور اس کے سباق و سیاق پر غور کیجیے جس کو بطور اعتراض پیش کیا جاتا ہے، ٹھیک اس آیت سے پیشتر یہ الفاظ ہیں: "تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ" کہ "تمہاری خواہش دنیا میں تن آسانی اور آرائش سامانی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، تمہاری آخرت سدھر جائے" ——— اس آیت میں جو ٹھیک اس وعید سے قبل ذکر ہوئی جو اعتراض کے طور پر معترضین پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں حصولِ دنیا پر ٹوکا ہے۔ اس آیت کو اوپر کی مذکورہ دونوں آیات سے ملا کر دیکھیے تو نتیجہ بالکل واضح ہے کہ ایک جگہ خدا تعالیٰ نے انہیں غنیمت کے مال کے لئے جھگڑنے پر تنبیہ فرمائی اور ساتھ ہی صلح کی تاکید کی، دوسری آیت میں باطل شخص جھگڑنے پر آمادہ ہو جاتے، اور تیسری آیت میں انہیں خبردار کیا گیا کہ تم اس قسم کے اختلافات پیدا کر کے دنیا کی تمنا اور اس کے حصول کی خواہش کرتے ہو حالانکہ خدا تعالیٰ کو تمہاری آخرت کی بہبودی پسند ہے ——— پھر اللہ فرماتا ہے کہ یاد رکھو اگر تمہیں پہلے سے اس جھگڑے میں شریک ہونے پر اللہ نے اپنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رضامندی سے نہ نوازا ہوتا تو تمہیں سخت عذاب میں مبتلا ہونا پڑتا۔ پس معلوم ہو گیا کہ مخالفین کی پیش کردہ آیت میں مخاطب کون ہے؟

رہ گیا اس روایت کا معاملہ جو اعتراض میں پیش کی گئی ہے تو ہم علیٰ وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ یہ روایت کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کے سلسلہ اسناد میں "عکرمہ بن عمار الیمامی" منفرد ہیں اور یہ ایسے راوی ہیں جنہیں وضاع حدیث بتایا گیا ہے یا انہیں سوء حفظ اور غلط سے متہم کیا گیا ہے اور ان عیوب کے ساتھ ان سے روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اس کی صحت کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو ایسی صورت میں ہمارا جواب یہی ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجسمہ رحمت تھے۔ آپؐ نے اگر اساریٰ بدر کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا تھا تو اس اجتہاد کو بروئے کار لا کر کہ اسلام کی حالت اس وقت کمزور ہے، اس فدیہ سے کچھ نفع اسلام کو پہنچے گا نیز کفار کی تالیفِ قلبی ہو گی، ہو سکتا ہے ان کی نسلوں سے کوئی حامیٔ اسلام پیدا ہو جائے۔ آپؐ نے اپنی وسعت کے اعتبار سے اجتہاد فرمایا۔ لیکن یہ کوشش اللہ کی مرضی کے خلاف واقع ہوئی، اجتہاد خطا ہوا اور اس پر تنبیہ کی گئی۔ جیسا کہ پہلے "اہم تمہیدی باتیں" کے عنوان سے ہم بیان کر آئے ہیں کہ غیر نبی اگر ایسا اجتہاد کرتا تو وہ عند اللہ ماجور ہوتا۔ لیکن چونکہ نبی سے ایسا ہوا اس لئے تنبیہ کر دی گئی۔ اور اس مسئلہ پر صفحاتِ سابقہ میں مفصل روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک!

(بقیہ آخری قسط آئندہ ان شاء اللہ!)

© rasailojaraid.com